Research Journal Ulum-e-Islamia
Journal Home Page: https://journals.iub.edu.pk/index.php/Ulum-e-Islamia/
E-Mail:muloomi@iub.edu.pk ISSN: 2073-5146(Print) ISSN: 2710-5393(Online)
Vol.No: 32, Issue:01. (Jan-Jun 2025) Date of Publication: 30-06-2025
Published by: Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

سائنسی نظریہ حیات، قرآن اور مفسرینِ برصغیر: علم زراعت کے بارے آیات کی سائنسی تفسیر کے تناظر میں

Dr. Asim Naeem
Institute of Islamic Studies, University of the Punjab, Lahore. Email of corresponding author: asimbkr@yahoo.com

Abstract:
Science and the scientific worldview are not the same thing. There is nothing inherently problematic about science itself, but the scientific worldview is contributing to the rise of atheism among youth across the globe. Muslim youth are no exception to this phenomenon, and as a result, a sense of pessimism is increasing in their minds. As science and technology continue to advance, the scientific worldview is also progressing.

In the Indo-Pak subcontinent, a segment of religious scholars views the advancement of modern scientific knowledge as a significant challenge for religious circles—one that must be addressed as a pressing religious duty of our time. However, this challenge cannot be overcome merely by rejecting or denying modern scientific research and disciplines.

This raises several important questions: Has sufficient work been done on the scientific aspects of the Qur'an in Indo-Pak subcontinent? What is the current state of scholarly efforts in this field? Who are the exegetes (mufassirīn) who have paid attention to this dimension? Furthermore, how can the modern mind be intellectually satisfied with Qur'anic teachings in light of contemporary scientific knowledge? And how can the doubts created by the scientific worldview be addressed? Is there still considerable scope to highlight the scientific miracles of the Qur'an and engage the contemporary mind more effectively?

This paper seeks to clarify the relationship between the Qur'an and science using a standard research methodology. After briefly outlining the strategies adopted by Muslim intellectuals in response to the challenge of the modern scientific worldview, the article presents interpretations by exegetes of the Indo-Pak subcontinent as examples—focusing particularly on verses related to agricultural knowledge in the Qur'an. It also examines how these interpretations, in light of scientific information, can help modern Muslim youth find reassurance in their faith and respond to the challenges posed by the scientific worldview.

This research is significant in that it can help reorient the educational policies of Muslim countries and the intellectual trends of Islamic scholars toward effectively addressing this contemporary challenge.

تعارف:

قرآن مجید تمام علوم کا سرچشمہ ہے اور ہر علم کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اس میں ایسی قوت، تاثیر اور جامعیت پائی جاتی ہے کہ یہ ہر دور میں اپنی فصاحت، بلاغت اور برتری کو ثابت کرتا ہے، چاہے زمانے کی ضروریات اور رجحانات جیسے بھی ہوں۔ جیسا کہ معلوم ہے، عصرِ حاضر میں سائنس کو تمام علوم پر فوقیت حاصل ہے۔ اگر گہرائی سے دیکھا جائے تو سائنس محض ایک علم نہیں بلکہ ایک طرزِ فکر ہے—ایسا رویہ

جو انفرادی غور و فکر، منطقی سوچ، تنقیدی و تجزیاتی سوالات کی جرأت، شوقِ تحقیق، اور استدلالی صلاحیتوں پر مبنی ہوتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ سائنس کے مضامین اور اصولوں میں کوئی ایسا پہلو نہیں ملتا جو قرآن مجید کی بنیادی تعلیمات سے ٹکراتا یا متصادم ہو۔ بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے سائنس کی روشنی خود قرآن مجید کے نور سے پھوٹ رہی ہو۔

قرآن مجید کا ایک نمایاں معجزہ یہ بھی ہے کہ یہ ہر دور اور ہر زمانے کے ساتھ ہم آہنگ رہا ہے۔ تاریخ کے کسی بھی مرحلے پر ایسا محسوس نہیں ہوا کہ یہ کتاب متروک ہو چکی ہے یا اب کسی نئی اور جدید کتاب کی ضرورت ہے۔ ہر زمانے میں قرآن کی تعلیمات تازہ، مربوط اور عصری محسوس ہوتی رہی ہیں۔ آج کے اس انتہائی ترقی یافتہ اور سائنسی دور میں بھی قرآن کی ہدایات اخلاق، معیشت، معاشرت، عدل، حکومت، داخلی و خارجی امور اور سائنسی میدان سمیت ہر پہلو سے نہایت متعلق اور جدید معلوم ہوتی ہیں۔ قرآن کا کوئی بھی موضوع فرسودہ یا غیر متعلقہ محسوس نہیں ہوتا۔ بلکہ سائنسی دنیا میں جو حقائق اب سامنے آرہے ہیں، ان کی طرف قرآن نے ۱۴۳۰ سال پہلے ہی اشارہ کر دیا تھا۔

موریس بوکائیے کے الفاظ میں قرآن اور سائنس کے درمیان تعلق بنیادی طور پر ایک حقیقت خیز امر معلوم ہوتا ہے، خصوصیت سے اس صورت میں جب یہ تعلق یکسانیت و ہم اہنگی کا ہو اور اختلاف ناموافقت کا نہ ہو۔[1] قرآن کی جامعیت کی ایک نہایت مضبوط اور عملی دلیل یہ ہے کہ اس کی تعلیمات انسان کی انفرادی زندگی کی فکری و عملی ضروریات سے لے کر اجتماعی اور عالمی سطح کے تمام امور تک محیط ہیں۔ چاہے انسانی زندگی کا روحانی و مذہبی پہلو ہو یا مادی وجسمانی، خاندانی و عائلی معاملات ہوں یا معاشرتی و سماجی مسائل، سیاسی و اقتصادی امور ہوں یا تعلیمی و ثقافتی پہلو، حکومت و ریاست کی بنیاد ہو یا نظم و نسق کا نظام، انسانی طبقات کے باہمی اختلافات و معاہدات ہوں یا اقوامِ عالم کے تعلقات — قرآن کی ہدایات ہر میدان میں اصولی رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا﴾

ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور ایک طریق کار مقرر کیا۔

اسی بنیاد پر فقہائے اسلام نے انسانی زندگی کے تمام شعبوں سے متعلق قوانین، اصول اور ضوابط کا استنباط بنیادی طور پر قرآن مجید ہی سے کیا ہے۔ قرآن کی یہ ہمہ گیریت اور ہمہ گیری اس کی الوہی ہدایت کا زندہ ثبوت ہے۔

ہر دور کے علمائے کرام نے قرآن مجید کو اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق سمجھنے اور اس کی گہرائیوں تک رسائی حاصل کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔ تاہم، ان کی سب سے قابلِ تحسین اور لائقِ احترام خدمت وہ ہے جو انہوں نے عوام الناس کے لیے انجام دی۔ چونکہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اس لیے علمائے کرام نے اس امر کو شدت سے محسوس کیا کہ اگر عام مسلمان اپنی فہم و استطاعت کے مطابق قرآن کو براہِ راست سمجھنے کی کوشش کریں، تو فہم کی سطح اور باریکیوں کو نہ سمجھنے کی بنا پر آراء میں شدید اختلافات پیدا ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ہر شخص کی نگاہ ان دقیق نکات تک نہیں پہنچ سکتی جہاں فہم قرآن کی اصل گہرائیاں پوشیدہ ہوتی ہیں۔

اسی خطرے کے پیش نظر علمائے کرام نے ہر دور میں، اپنے وقت کی علمی و فکری ضروریات کے مطابق، قرآن مجید کی ترجمانی اور تشریح کی ذمے داری اپنے سر لی۔ آج دنیا بھر میں ایسے مفسرین اور علما کی ایک طویل فہرست موجود ہے جن کی انتھک کاوشوں کی بدولت عام مسلمان قرآن کی تعلیمات سے بہ آسانی مستفید ہو رہے ہیں۔

برصغیر کے علمائے کرام بھی اس کارِ عظیم میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔ انہوں نے مقامی زبانوں کو مدنظر رکھتے ہوئے قرآن مجید کے تراجم اور تفاسیر پیش کیں، تاکہ عام عوام تک قرآن کی تعلیمات ان کی فہم کی زبان میں پہنچ سکیں۔ آج قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر نہ

صرف اردو میں بلکہ ہندی، تلگو، انگریزی اور دیگر زبانوں میں بھی بآسانی دستیاب ہیں۔ علمائے کرام کی یہ خدمت امتِ محمدیہ پر ایسا احسان ہے جسے فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ برصغیر کے اہلِ علم میں سے بعض ایسے علماء بھی سامنے آئے، جنہوں نے قرآن حکیم پر سائنسی تحقیقات کی روشنی میں کام کرنے کا آغاز کیا۔ ان کے اس نظریہ کی بنیاد یہ ہے کہ قرآن حکیم، انجیل کی طرح انسانی تخلیق نہیں بلکہ یہ ہو بہو اللہ تعالی کا کلام ہے، اس لیے اس میں کوئی حقیقی سائنسی غلطی ہو ہی نہیں سکتی۔ اس لیے مسلمانوں کو سائنس سے ڈرنے کی ضرورت نہیں کہ قرآن پاک جھوٹا ثابت ہو جائے گا۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ سائنس اور قرآنِ پاک کے درمیان موافقت پاکر مشرق ہو یا مغرب، ہر جگہ کے عقلِ سلیم رکھنے والے دانشور، اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہیں گے اور یوں فی زمانہ قرآن پر سائنس کے حوالے سے ریسرچ اسلام کی بہت بڑی خدمت ہو گی۔

یہ دانش ور، امام غزالی اور علامہ محمد اقبال کے نظریات،[2] کو اہمیت دیتے ہیں۔ سائنس وانجینیئرنگ کے معروف استاد، اور زیرِ نظر موضوع سے دل چسپی رکھنے والے سکالر، ڈاکٹر فضل کریم کی نظر میں "قرآن اور جدید سائنس" کے موضوع پر پڑھنے اور لکھنے کا اولین مقصد یہی ہے کہ تخلیقِ ارض وسماء، خلقت، نباتات، اور حیوانات اور دیگر مظاہرِ فطرت کا قرآنِ حکیم کی روشنی میں مطالعہ کیا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ جدید سائنس اور قرآنِ حکیم کے نظریات میں کہاں تک ہم آہنگی ہے؟، کون سے ایسے سائنسی نظریات، دریافتیں اور کرشمے ہیں، جن کی قرآن تصدیق کرتا ہے؟، یا ان میں تطابق ہے یا اختلاف؟

ہو سکتا ہے کہ قرآنِ حکیم اور سائنس کے نظریات میں اختلاف ہو، مگر یہ اختلاف اسی وجہ سے ہو سکتا ہے کہ سائنس کے اصول، قوانین، اور فارمولے آزمائشی ہیں۔ اور ان میں تبدیلیوں کے امکانات ہیں۔ قرآنِ حکیم میں کئی ایسے حقائق کا انکشاف ہوا ہے کہ جدید سائنس ابھی تک ان کو سمجھ نہ سکی لیکن قرآن نے یہ حقائق اور راز انسان پر فاش کر دیئے ہیں۔ سائنس کو ان کے دریافت کرنے میں کچھ وقت لگے گا۔[3]

ڈاکٹر صاحب کی رائے میں آیاتِ متشابہات میں سائنسی حقائق کی طرف بلیغ اشارے ہیں۔ اور قرآنی اصطلاح، "راسخون فی العلم" سے مراد، دانشور، اور سائنس دان ہیں، جو ان آیات کی تشریح وتفسیر جان لیں گے۔[4] ایک جگہ لکھتے ہیں:

> "میں جب قرآنِ مجید کا مطالعہ کرتا ہوں، تو مجھے اس کی بعض آیات میں بلیغ سائنسی اشارے ورطہ حیرت میں ڈال دیتے ہیں، کہ جن حقائق وشواہد تک موجودہ جدید سائنس بعد از خرابی بسیار صدیوں کی مسافت طے کر کے پہنچی ہے، قرآن نے تو آج سے بہت پہلے ان حقائق سے بنی نوع انسان کو آگاہ کر دیا تھا۔"[5]

ڈاکٹر رضوان علی ندوی کے بقول کائنات وحیات سے متعلق قرآن میں اتنے رموز وحقائق بیان کیے گئے ہیں کہ ان کا احاطہ کرنا مشکل ہے، جیسا جیسا انسان کا علم بڑھتا چلا جائے گا، اس پر ان حقائق کے راز منکشف ہوتے جائیں گے۔[6]

ڈاکٹر محمد طاہر القادری کہتے ہیں کہ سائنسی تحقیقات کی موجودہ تیزی نے زمین وآسماں کی پہنائیوں میں پوشیدہ لاتعداد حقائق بنی نوع انسان کے سامنے لا کھڑے کئے ہیں۔ آج سے کم وبیش ڈیڑھ ہزار سال پہلے بنی نوع انسان کے ذہن میں علم کے موجودہ عروج کا ادنی سا تصور بھی موجود نہ تھا۔ انسان یوں جہلِ مرکب میں غرق تھا کہ اپنی جہالت کو عظمت کی علامت گردانتے ہوئے اُس پر نازاں ہوتا تھا۔ اسلام کی آفاقی تعلیمات نے اُس دور جاہلیت کا پردہ چاک کرتے ہوئے ہزارہا ایسے فطری ضوابط کو بے نقاب کیا جن کی صداقت پر دور حاضر کا سائنسی ذہن بھی محو حیرت ہے۔[7]

موریس بوکائیے کے الفاظ میں "میں نے اس موقع پر توقف کر کے خود سے استفسار کیا، اگر کوئی بشر قرآن کا مصنف ہوتا تو وہ ساتویں

صدی عیسوی میں ایسے حقائق کو کس طرح بیان کر دیتا، جو آج جدید سائنسی معلومات سے پوری طرح مطابقت کرتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔[8] تاہم موریس کی رائے میں بد قسمتی سے قرآن کی عبارتوں بالخصوص ان عبارات کا جو سائنسی معاملات سے متعلق ہیں، ترجمہ اور تشریح نہایت خراب اور ناقص کی گئی ہے۔ لہذا کسی بھی سائنس دان کو یہ حق حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ خود کو حق بجانب قرار دیتے ہوئے اس کتاب پر ایسی تنقید کریں جس کی فی الحقیقت وہ ہرگز مستحق نہیں ہے۔ چنانچہ اس کے بعد سے اس امر کی تفصیل قابل ملاحظہ ہے۔ ترجمہ میں غلطیاں یا مغالطہ آمیز تشریحات اور اکثر ان میں سے ایک دوسرے سے وابستہ ہے، جن پر دو ایک صدی پہلے تک کسی کو حیرت نہیں تھی اور ان پر آج کل کے سائنسدان برہم ہو جاتے ہیں۔ جب کوئی غلط ترجمہ کی ہوئی عبارت سامنے آتی ہے، جس میں سائنسی اعتبار سے کوئی ناقابل قبول بیان شامل ہوتا ہے، تو سائنس دان اس عبارت پر سنجیدگی سے غور کرنے سے اجتناب برتتا ہے۔[9]

تاہم متعدد ایسے مفسرین بیسویں صدی کے منصہ شہود پر آئے جنہوں نے جدید تمدنی و سائنسی ترقیوں کے تناظر میں آیاتِ قرآنیہ کی تشریح کرنے کی کوشش کی ہے۔ ڈاکٹر سید رضوان علی ندوی نے کتاب "قرآنی آیات اور سائنسی حقائق" کے مقدمہ میں قرآنی آیات کی سائنسی تعبیرات پر موجود مصنفات کا مختصراً تجزیہ کیا ہے۔ ان کی رائے میں بیسویں صدی کے مصری کے سائنس دانوں میں سے پروفیسر محمد احمد الغمراوی (فارمیسی کالج قاہرہ یونیورسٹی میں کیمسٹری کے پروفیسر اور ایک میڈیکل ڈاکٹر عبدالعزیز پاشا نے اپنی کتابوں میں قرآن کی بعض ایسی آیات کی تفسیر کی جن کا تعلق سائنس یا میڈیسن (طب) سے تھا۔ اول الذکر نے اپنی کتاب "سنن اللہ الکونیتہ اللہ کا نظام کائنات) میں قرآن کی بعض ایسی آیات کی سائنسی عمدہ اور تفصیلی تفسیر بیان کی جن کا تعلق logy Meteorology ہے، جبکہ موخر الذکر نے موخر الذکر نے اپنی کتاب "الاسلام والطب الحدیث" (اسلام اور ماڈرن میڈیسن میں کائنات سے متعلق بعض آیات کی تفسیر کرتے ہوئے معجزہ قرآنی کو بیان کیا۔[10]

علاوہ ازیں ترکی کی ایک اہم شخصیت غازی احمد مختار پاشا (۱۸۳۲ء۔۱۹۱۹ء) نے جو ایک اعلیٰ ترکی فوجی افسر تھے اور پھر سلطنت عثمانی میں صدر اعظم (وزیر اعظم) کے عہدے پر فائز رہے۔ انہوں نے ترکی زبان میں اپنی کتاب ریاض المختار" میں کائنات سے متعلق سائنسی انداز میں بعض آیات کی تفسیر کی۔ لیکن عربی زبان میں کائنات سے متعلق تقریباً تمام آیات قرآنی کی تفسیر جو ایک سائنس دان کے قلم سے ہے وہ ہے: "التفسیر العلمی اللایات الکونیتہ فی القرآن" کائنات سے متعلق آیات قرآنی کی سائنٹیفک تفسیر) اس کے مصنف استاذ حنفی احمد ہیں جنہوں نے اپنی مصری تعلیم کے علاوہ برطانیہ کی درہم (Durham) یونیورسٹی سے سائنس میں بی۔اے آنرز کیا تھا اور پھر مصر میں ڈائریکٹر آف ایجوکیشن رہے" ان کی یہ کتاب جو بڑے سائز کے ۴۵۴ صفحات پر محیط ہے اس صدی کے نصف آخر میں قاہرہ کے مشہور ترین دار الاشاعت دار المعارف سے دوبار شائع ہو چکی ہے، میرے پاس اس کا دوسرا ایڈیشن ہے جو تمہیں سال قبل میں نے قاہرہ سے خریدا تھا افسوس کہ کتاب میں تاریخ اشاعت مذکورہ نہیں میرے نزدیک اب تک اس موضوع پر لکھی ہوئی کتابوں میں یہ سب سے بہتر کتاب تھی اور میں اس سے اکثر استفادہ کرتا رہا۔[11]

تاہم فاضل تجزیہ نگار نے ڈاکٹر نور باقی کی کتاب" قرآنی آیات اور سائنسی حقائق " کو اس ضمن میں ایک عمدہ کاوش قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر نور باقی نے جو ایک Oncologist ہیں جس گہرائی اور جامعیت کے ساتھ قرآن کی ان پچاس آیات کی سائنٹیفک تفسیر کی ہے جو تخلیق ارض و سماء تخلیق انسان، زمین، پہاڑوں اور تہ در تہ سات آسمانوں، ہواؤں کے پوشیدہ اسرار، رحم مادر پانی اور قوت حیات دل کی حقیقت وغیرہ وغیرہ پچاس موضوعات سے متعلق ہیں، ویسی تحقیق آج تک کسی سائنس دان نے نہیں کی ہے۔ مصری مصنف احمد حنفی کی کتاب اگرچہ ڈاکٹر نور باقی کی کتاب کے مقابلے میں کافی بڑی ہے، لیکن احمد حنفی کی معلومات ڈاکٹر نور باقی کی معلومات و تحقیقات کے

مقابلے میں کافی پرانی Outdated ہو چکی ہیں، پھر یہ کہ جن موضوعات سے ڈاکٹر نور باقی نے بحث کی ہے اور قرآن کی جن آیات کو اپنی جستجو و بحث کا محور بنایا ہے ان پر مذکورہ بالا مصری مصنفت نے کوئی روشنی نہیں ڈالی ہے۔[12]

متنوع سائنسی و سماجی علوم کے بارے میں آیاتِ قرآنیہ میں مذکور حقائق کے بارے کتب اور مضامین کی کمی نہیں ہے۔ حسن الرمادی اور دیگر کا تحریر کردہ تحقیقی مضمون مٹی اور انسانی تخلیق کے باہم تعلق کا قرآنی اور سائنسی پہلو بیان کرتا ہے۔[13] منور حسین چوہان اور محمد طاہر نے جدید سائنسی تناظر میں انسانی افزائش نسل اور اسلامی تعلیمات کے باہمی تعلق کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔[14] عائشہ نعیم اور سلطان شاہ نے فزکس سے متعلق قرآنی آیات کی سائنسی تعبیر کو اپنے ایک مضمون کا موضوع بنایا ہے۔[15] اس طرح کی ایک اور قابلِ تعریف کاوش ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی ہے، جنہوں نے اپنی کتاب "اسلام اور جدید سائنس" میں قرآنی علوم اور سائنسی علوم میں مطابقت کے موضوع پر مفید معلومات جمع کر دی ہیں۔[16] خاص طور پر تخلیقِ کائنات اور اختتامِ کائنات کے بارے میں قرآنی آیات کے بیان کردہ مضمون کو جدید علمِ فلکیات کے نظریات سے مطابقت دینے کی کوشش کی گئی ہے۔

زیرِ نظر مضمون میں علمِ زراعت سے متعلقہ چند قرآنی آیات کی بطور نمونہ سائنسی تفسیر کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور مفسرینِ برصغیر کے نقطہ نظر کا جائزہ لیا گیا ہے۔[17]

علمِ زراعت وسیع تر معنوں میں کاشتکاری یا کھیتی باڑی کے پیشے کے لئے استعمال ہوتا رہا ہے۔ اس علم کا تعلق پودوں کے ہر پہلو سے ہے جس میں ان کے اگنے کی جگہ، نشو و نما، اگانے کے طریقے وغیرہ شامل ہیں۔ علمِ نباتات بھی زراعت کا حصہ ہے۔ علاوہ ازیں باغبانی، گھریلو پالتو جانور، سبزی کی زراعت، چراگاہی، وغیرہ اس علم میں ڈسکس ہوتے ہیں۔

پودوں کا مطالعہ انسان کے لئے بہت اہمیت کا حامل ہے۔ چونکہ اس کی تمام خوراک بلاواسطہ اور بالواسطہ پودوں سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ پودے انسان کے تحفظ اور خوراک کے حصول میں مدد دیتے ہیں۔ آب و ہوا کو زندہ رہنے کے قابل بناتے ہیں۔ پودوں کے بغیر فضا بہت جلد کاربن ڈائی آکسائیڈ سے بھر جاتی ہے اور انسان اور جانور زندہ نہ رہ سکتے۔ الغرض خوراک کے مکمل ذخائر زراعت سے حاصل ہوتے ہیں۔

زراعت سے متعلق قرآنِ حکیم کی اہم آیات

قرآن مجید میں ایسی متعدد آیات موجود ہیں جو زراعت سے متعلق قدرتی مظاہر کو بیان کرتی ہیں، اور ان میں سے کئی بیانات جدید سائنسی معلومات سے ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ ان بیانات میں آبی چکر (Water Cycle)، زمین کی زرخیزی، اور نباتات کی نشو و نما جیسے پہلو شامل ہیں۔ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جا رہی ہیں جو اس ہم آہنگی کو واضح کرتی ہیں:

ا۔ آبی چکر اور بارش کی تشکیل کے بارے میں قرآنی بصیرت:

قرآن مجید میں بارش کے بننے اور پانی کے چکر کا نہایت بلیغ انداز میں ذکر کیا گیا ہے۔ سورۃ ق ۵۰ (آیت نمبر ۹) میں ارشادِ ربانی ہے:

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ۔[۱۸]

اور ہم نے آسمان سے برکت والا پانی اتارا، پھر ہم نے اس سے باغات اور کھیت کا اناج۔

سورۃ المومنون میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَأَنزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَّاهُ فِي الْأَرْضِ ۖ وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهِ لَقَادِرُونَ۔[۱۹]

اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے مطابق پانی نازل کیا، پھر ہم نے اسے زمین میں ٹھہرایا، اور یقیناً ہم اسے لے جانے پر

بھی قادر ہیں۔

یہ آیت آبی چکر (Water Cycle) کی عکاسی کرتی ہے، جس میں پانی بخارات بن کر اُڑتا ہے، بادل بنتے ہیں اور پھر بارش کی صورت میں برستا ہے، جو زمین کو سیراب کرتا اور نباتات کی نشوونما کا ذریعہ بنتا ہے۔ جدید ہائیڈرولوجی (علمِ آب) اس چکر کی تصدیق کرتی ہے اور اس بات پر زور دیتی ہے کہ بارش کا نظام ماحولیاتی نظام (Ecosystem) کو قائم رکھنے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔

یہ آیت نہ صرف بارش کے نازل ہونے، بلکہ اس کے محفوظ ہونے اور دوبارہ حرکت میں آنے کے عمل کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے، جو آج کے سائنسی مفہوم میں "واٹر سائیکل" کہلاتا ہے۔ اسی طرح قرآن کی دیگر آیات جیسے سورۃ الزمر 39 (آیت 21)[20] اور سورۃ النور 24 (آیت 43)[21] بھی بارش کے مراحل — بخارات، بادلوں کی تشکیل، بارش کا برسنا — کو نہایت خوبصورتی سے بیان کرتی ہیں، جو جدید سائنسی حقائق سے ہم آہنگ ہیں۔

قرآن مجید میں بارش کے بعد زمین کا سرسبز و شاداب ہو جانا محض ایک فطری منظر نہیں، بلکہ یہ گہری معنویت سے لبریز ہے: یہ اللہ تعالیٰ کی حیات و ممات پر قدرت کی دلیل ہے، قیامت کے روز دوبارہ زندہ کیے جانے کی تمہید ہے، دنیا کی چمک دمک کو عارضی اور بے ثبات ظاہر کرتا ہے، شکر اور عاجزی کی دعوت دیتا ہے، اور اس بات کی امید دلاتا ہے کہ اللہ کا فضل مردہ دلوں اور زوال پذیر معاشروں کو بھی زندگی عطا کر سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کلاسیکی مسلم علما نے ان آیات کے معانی پر تفصیل سے روشنی ڈالی، اور آج بھی اہلِ ایمان زمین پر بارش برستے دیکھ کر روحانی سکون اور اللہ کی نشانیوں سے حوصلہ پاتے ہیں۔ قرآن میں بارش اور نباتات کے مناظر کی معنوی گہرائی کو دیکھتے ہوئے ماضی و حال کے مفسرین نے ان آیات کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا۔ مولانا عبدالرحمان کیلانی نے اپنی تفسیر "تیسیر القرآن" میں اس کی ایسی تفسیر بیان کی ہے، جس میں دینیاتی اور سائنسی، ہر دو پہلوؤں کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ مفسر نے اولاً یہ سوال اٹھایا ہے کہ یہ ایک خاص مقدار میں پانی اللہ تعالیٰ نے کب اتارا تھا؟

اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ: "جب اللہ تعالیٰ نے زمین پیدا کی تو اس وقت ہی ایک خاص اور کثیر مقدار میں پانی اتار دیا تھا۔ اتنا کثیر مقدار میں جو قیامت تک زمین پر پیدا ہونے والی مخلوق، خواہ وہ کسی نوع سے تعلق رکھتی ہو، کی ضروریات کے لیے کافی ہو۔ اس کثیر مقدار کے ایک کثیر حصہ نے زمین کی تین چوتھائی سطح کو سمندروں کی شکل میں تبدیل کر رکھا ہے۔ پھر اس کثیر مقدار کا کثیر حصہ زمین کی سطح کے نیچے چلا گیا جیسے زمین کے نیچے بھی پانی کے دریا بہہ رہے ہیں اور سطح زمین کا کثیر حصہ ایسا ہے کہ جہاں سے کھودیں نیچے سے پانی نکل آتا ہے۔ جو انسان نکال کر اپنے استعمال میں لاتا ہے اور کبھی زمین سے از خود چشمے ابل پڑتے ہیں۔ پھر اپنی مخلوق کی ضروریات کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم فرمایا کہ سورج کی گرمی سے سمندر سے آبی بخارات اوپر اٹھتے ہیں۔ جو کسی سرد طبقہ میں پہنچ کر بادلوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور مزید سردی سے زمین پر برسنے لگتے ہیں۔ اس بارش کے پانی سے زمین کی تمام نباتات سیراب ہوتی ہے۔ جاندار بھی اپنی ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔ پھر اس بارش کا کچھ حصہ پانی میں جذب ہو جاتا ہے اور باقی حصہ ندی نالوں اور دریاؤں کی شکل میں پھر سمندروں میں جا گرتا ہے۔ اور جو پانی مخلوق استعمال کرتی ہے وہ بھی بالآخر یا تو پانی کی شکل میں زمین میں چلا جاتا ہے یا بخارات بن کر ہوا میں مل جاتا ہے۔ ان تصریحات سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کی جتنی مقدار زمین پر نازل فرمائی تھی۔ اس مقدار میں نہ کچھ اضافہ ہوا ہے اور نہ ہی کمی واقع ہوئی ہے۔ البتہ اس طریقہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی ضروریات کی تکمیل کا ایک مستقل اور دائمی انتظام مہیا فرما دیا ہے۔

اس سلسلہ میں حیران کن امر یہ ہے کہ پانی بذات خود ایک مرکب چیز ہے جو دو حصے ہائیڈروجن گیس اور ایک حصہ آکسیجن سے مل کر بنتا

ہے(O+H2)ہائیڈروجن گیس ایک آتش گیر اور فوراً بھڑک اٹھنے والی گیس ہے اور آکسیجن وہ گیس ہے۔ جو جلانے میں مدد دیتی ہے۔ گویا ان آتشیں خاصیت والے مادوں سے اللہ تعالیٰ نے وہ چیز پیدا کی جو آگ کو بجھا دیتی ہے اور پھر اسی کو کیمیاوی عمل کے ذریعہ پھاڑ کر انھیں گیسوں میں تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ اور دوسری حیران کن بات یہ ہے کہ ہائیڈروجن گیس اور آکسیجن گیس آج بھی وافر مقدار میں فضامیں موجود ہے اگر وہ ازخود زمین کی پیدائش کے وقت مل کر پانی بن گئیں تھیں تو آج بھی مل کر پانی کی مقدار میں اضافہ کیوں نہیں کر دیتیں؟ نیچری اور دہریہ حضرات کے لیے یہ ایک بہت اہم لمحہ فکریہ ہے۔ ہمارے پاس تو اس کا واضح جواب موجود ہے کہ جتنا پانی بنانا اللہ کو منظور اور اس کے اندازہ کے موافق تھا اتنا بن گیا۔ ان گیسوں میں ازخود یہ قدرت نہیں ہے کہ مل کر پانی بن جائیں۔

اور اس جملہ کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ اپنی مخلوق کی ضروریات کے مطابق آسمان سے بوقت ضرورت پانی برساتے ہیں۔ نہ اتنا زیادہ کہ مخلوق ڈوب کر مر جائے اور نہ اتنا کم کہ مخلوق قحط میں مبتلا ہو کر مر جائے۔ الا یہ کہ وہ عذاب الٰہی ہی کی شکل ہو۔

آیت کے دوسرے حصے: وَإِنَّا عَلَىٰ ذَهَابٍ بِهِ لَقَادِرُونَ کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ پانی کے زمین دوز ذخیروں کو اتنی گہرائی تک لے جائیں کہ اسے نکالنا انسانوں کی بساط سے باہر ہو جائے۔ یا ان ذخیروں کو کڑوا کسیلا بنا دیں جو قابل استعمال ہی نہ رہیں۔[22]

مذکور مفسر نے ایک اور مقام پر ایسے سائنس دانوں کو کڑی تنقید کا نشانہ بنایا ہے جو سائنسی تھیوریز کی آڑ میں خالقِ کائنات و مدبرِ کائنات کی خالقیت و ربوبیت کا انکار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ سورۃ النور کی آیت نمبر 43 کی تفسیر میں رقم طراز ہیں:

"مشکل یہ پیش آتی ہے کہ ہمارے علمائے (سائنس و) ہیئت نے اللہ کی ہر نشانی میں کچھ ایسے طبعی قوانین دریافت فرما رکھے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا دست قدرت کہیں کام کرتا نظر نہ آئے اور یہی قوانین سکولوں اور کالجوں میں بچوں کو پڑھائے جاتے ہیں۔ مثلاً بارش کے لیے دریافت کردہ طبعی قوانین یہ ہیں کہ سمندر پر سورج کی گرمی سے بخارات بن کر اوپر اٹھتے ہیں۔ پھر ہواؤں کا رخ ان بخارات کو کسی مخصوص سمت کی طرف اڑا لے جاتا ہے۔ تاآنکہ یہ بخارات کسی سرد منطقہ فضائی میں پہنچ جاتے ہیں۔ وہاں پہنچ کر یہ بخارات پھر پانی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اور بارش ہونے لگتی ہے اور اگر شدید سرد منطقہ میں پہنچ جائیں تو پھوارے برسنے لگتے ہیں انہی اصولوں کے مطابق ہمارے ہاں پاکستان میں بارش یوں ہوتی ہے کہ جون جولائی کے گرم مہینوں میں بحیرہ عرب سے بخارات اٹھتے ہیں جو کوہ ہمالیہ سے آکر ٹکراتے ہیں یہاں ہوائیں پھر ان کا رخ پاکستان کی طرف موڑ دیتی ہیں اور وہ اس پہاڑ کے سرد حصوں میں پہنچ کر پانی بن جاتے ہیں اور اس طرح موسم برسات یا جولائی یا اگست میں ہمارے ہاں بارشیں ہوتی ہیں۔ اس لحاظ سے کسی خاص مقام پر بارش ہونے کے عوامل یہ ہیں۔ سمندر سے اس مقام کا فاصلہ سطح سمندر سے بلندی، ہواؤں کا رخ، پہاڑوں کا رخ اور بلندی، ان اصولوں کے تحت ضروری ہے کہ ایک خاص مقام پر اور ایک خاص موسم میں ہر سال یکساں بارش ہو۔ کیونکہ نہ سمندر کے پھیلاؤ میں فرق آتا ہے نہ سورج کی گرمی میں، نہ پہاڑوں کی بلندی اور رخ میں سرد ہوائیں بھی طبعی قانون کے تحت ایک خاص رخ ہی اختیار کرتی ہیں۔ مگر ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ ہر سال یکساں بارش نہیں ہوتی۔ ایک سال تو بارشوں کی کثرت سے اس خاص مقام پر سیلاب آجاتا ہے اور کوئی سال بالکل خشک گزر جاتا ہے سرے سے بارش ہوتی ہی نہیں پھر ان طبعی قوانین کے نتائج میں یہ کمی بیشی اور تبدیلی کیوں واقع ہوتی ہے؟ آخر ان باتوں سے یہ نتیجہ کیوں نہیں نکالا جاسکتا کہ کوئی ایسی زبردست اور بالاتر ہستی بھی موجود ہے جو ان بے جان قوانین کے نتائج میں تبدیلی کا پورا پورا اختیار رکھتی ہے۔

دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ بادل جو کروڑوں ٹن پانی کے بخارات سے لدے ہوتے ہیں وہ کسی سرد منطقہ میں پہنچ کر پانی بن جاتے ہیں۔ تو یہ پانی برستے وقت آخر قطروں کی شکل کیوں اختیار کرتا ہے۔ پانی کے بخارات کی مقدار قلیل ہو تو اس کے متعلق تو کہہ سکتے ہیں۔

لیکن کروڑوں ٹن پانی آخر کس مقام پر یک دم کیوں نہیں گر پڑتا۔ اس پانی کی کثیر مقدار کو اس انداز میں نازل کرنا وہ خلق خدا، درختوں اور نباتات ارضی کے لیے نقصان دہ ہونے کے بجائے فائدہ مند ثابت ہو یہ آخر کون سے بے جان طبعی قانون کا نتیجہ ہے۔[23]

پھر یہی بخارات جب شدید سرد منطقہ میں پہنچتے ہیں تو پانی جم جاتا ہے اسی کیفیت کے متعلق قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ بلندی میں اولوں کے پہاڑ ہوتے ہیں جن کا فائدہ بہت کم اور نقصان بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یعنی وہی چیز جو اللہ کی رحمت تھی۔ اللہ کا عذاب بن کر گرنے لگتی ہے۔ اور فصلوں کو فائدہ پہنچانے کی بجائے انھیں تباہ کر دیتی ہے۔ اور یہ اولے بھی گرتے اسی مقام پر ہیں جہاں اللہ کو منظور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی کے مطابق ہواؤں کے رخ کو فوراً پھیر دیتا ہے اور جن لوگوں کو چاہتا ہے اولوں کے اس عذاب سے بچا بھی لیتا ہے اور جس قوم پر چاہتا ہے یہ عذاب اسی پر نازل ہوتا ہے۔[24]

مفتی محمد شفیع، آبی سرکل water circle میں خالقِ کائنات کی کرشمہ سازی کو یوں بیان کرتے ہیں:

"یہاں تک تو قدرت الٰہیہ کی یہ کرشمہ سازی دیکھی کہ سمندر کے پانی کو میٹھے پانی میں تبدیل کر کے پورے روئے زمین پر بادلوں کے ذریعے کس حسن نظام کے ساتھ پہنچایا کہ ہر خطہ کے نہ صرف انسانوں کو بلکہ جانوروں کو بھی جو انسانوں کی دریافت سے باہر ہیں گھر بیٹھے پانی پہنچادیا اور بالکل مفت بلکہ جبری طور پر پہنچا۔

لیکن انسان اور جانوروں کا مسئلہ صرف اتنی بات سے حل نہیں ہو جاتا کیونکہ پانی ان کی ایسی ضرورت ہے جس کی احتیاج ہر روز بلکہ ہر آن ہے اس لیے ان کی ضرورت روزمرہ کو پورا کرنے کا ایک طریقہ تو یہ تھا کہ ہر جگہ سال کے بارہ مہینے ہر روز بارش ہوا کرتی لیکن اس صورت میں ان کی پانی کی ضرورت تو رفع ہو جاتی مگر دوسری معاشی ضرورت میں کتنا خلل آتا اس کا اندازہ کسی اہل تجربہ کے لیے مشکل نہیں سال بھر کے ہر دن کی بارش تندرستی پر کیا اثر ڈالتی اور کاروبار اور نقل و حرکت میں کیا تعطل پیدا کرتی۔

دوسرا طریقہ یہ تھا کہ سال بھر کے خاص خاص مہینوں میں اتنی بارش ہو جائے کہ اس کا پانی باقی مہینوں کے لیے کافی ہو جائے مگر اس کے لیے ضرورت ہوتی کہ ہر شخص کا ایک کوٹہ مقرر کر کے اس کے سپرد کیا جائے کہ وہ اپنے کوٹہ اور حصہ کا پانی خود اپنی حفاظت میں رکھے۔

اندازہ لگائیے کہ اگر ایسا کیا جاتا تو ہر انسان اتنی ٹینکیاں یا برتن وغیرہ کہاں سے لاتا جن میں تین یا چھ مہینہ کی ضرورت کا پانی جمع کر کے رکھ لے اور اگر وہ کسی طرح ایسا کر بھی لیتا تو ظاہر ہے کہ چند روز کے بعد یہ پانی سڑ جاتا اور پینے بلکہ استعمال کرنے کے بھی قابل نہ رہتا اس لیے قدرت الٰہیہ نے اس کے باقی رکھنے اور بوقت ضرورت ہر جگہ مل جانے کا ایک دوسرا عجیب و غریب نظام بنایا کہ جو پانی برسایا جاتا ہے اس کا کچھ حصہ تو فوری طور پر درختوں کھیتوں اور انسانوں اور جانوروں کو سیراب کرنے میں کام آہی جاتا ہے کچھ کھلے تالابوں جھیلوں میں محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کے بہت بڑے حصہ کو برف کی شکل میں بحر منجمد بنا کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر لاد دیا جاتا ہے جہاں تک نہ گرد و غبار کی رسائی ہے نہ کسی غلاظت کی پھر اگر وہ پانی سیال صورت میں رہتا تو ہوا کے ذریعہ کچھ گرد و غبار یا دوسری خراب چیزیں اس میں پہنچ جانے کا خطرہ رہتا پرندے جانوروں کے اس میں گرنے مرنے کا اندیشہ رہتا جس سے وہ پانی خراب ہو جاتا مگر قدرت نے اس پانی کے عظیم خزانے کو بحر منجمد (برف) بنا کر پہاڑوں پر لاد دیا جہاں سے تھوڑا تھوڑا رس کر وہ پہاڑوں کی رگوں میں پیوست ہو جاتا ہے اور پھر چشموں کی صورت میں ہر جگہ پہنچ جاتا ہے اور جہاں یہ چشمے بھی نہیں ہیں تو وہاں زمین کی تہہ میں یہ پانی انسانی رگوں کی طرح زمین کے ہر خطہ پر بہتا ہے اور کنواں کھودنے سے برآمد ہونے لگتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ آب رسانی کا یہ نظام الٰہی ہزاروں نعمتیں اپنے اندر لیے ہوئے ہے اول تو پانی کو پیدا کرنا ایک بڑی نعمت ہے پھر بادلوں کے ذریعہ اس کو زمین کے ہر خطہ پر پہنچانا دوسری نعمت ہے پھر اس کو انسان کے پینے کے قابل بنا دینا تیسری نعمت ہے پھر انسان کو اس

کے پینے کا موقع دینا چوتھی نعمت ہے پھر اس پانی کو ضرورت کے مطابق جمع اور محفوظ رکھنے کا نظام محکم پانچویں نعمت ہے پھر انسان کو اس سے پینے اور سیر اب ہونے کا موقع دینا چھٹی نعمت ہے کیونکہ پانی کے موجود ہوتے ہوئے بھی ایسی آفتیں ہو سکتی ہیں کہ ان کی وجہ سے آدمی پینے پر قادر نہ ہو قرآن کریم کی آیت: فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ میں انہی نعماء الہیہ کی طرف اشارہ اور تنبیہ کی گئی ہے۔فتبارک اللہ احسن الخالقین۔"[25]

محترمہ زاہدہ تنویر نے ماءً مبارکاً کے بارے میں لکھا ہے کہ: "پانی آیا۔ بڑا مبارک بڑا برکت والا۔ تبرک جو لفظ ہے برکت۔ اس کا مطلب ہوتا ہے کہ جو چیز کسی کے اندر potentially موجود ہو۔ بالقوۃ جو صلاحیت جو خیر موجود ہو اس کو نکال کر ظاہر کر دینا۔ یہ ہے برکت۔ تو بارش برستی ہے تو زمین کی جو قوت نمو ہے وہ ظاہر ہو جاتی ہے باغات اگ جاتے ہیں۔"[26]

۲۔ بارش کی تشکیل میں ہواوں کا کردار (The Fertilizing Winds and Life-Giving Rain: A Divine System of Provision)

وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ۔[27]

اور ہم ہی پانی سے لدی ہوئی ہواؤں کو بھیجتے ہیں پھر ہم ہی آسمانوں سے پانی برساتے ہیں پھر وہی (پانی) ہم تم کو پلاتے ہیں اور تم اس کے جمع کر لینے والے نہ تھے۔

"بارآور ہوائیں" سے مراد وہ ہوائیں لی جاسکتی ہیں جو زرپاشی (پولن) اور دیگر ذرات کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتی ہیں، جو پودوں کی تولید اور مٹی کی زرخیزی میں معاون ہوتی ہیں۔ مزید برآں، بارش کا پانی زمین میں نائٹروجن جیسے ضروری غذائی اجزاء شامل کرتا ہے، جو اس کی زرخیزی کو بڑھاتے ہیں۔

محترمہ زاہدہ تنویر اپنی درسی تفسیر "تفسیر تنویر" میں رقم طراز ہیں کہ: "ہواؤں کا ذکر کیا گیا ہے اور ان کی صفت بتائی گئی ہے: لواقح۔ ل ق ح۔ کہتے ہیں حاملہ کرنے کو۔ fertelaize prognent کرنے کو آج ہمیں سائنس نے بتایا ہے کہ ہوا، بھی ایک pollenating agent ہے۔ یہ بھی بیج کو اٹھاتی ہے اور پھر یہ fertility کا سبب بنتی ہے۔ ہواؤں کا چلنا یہ بھی کسی معجزے سے کم نہیں ہے۔

جو لوگ geography پڑھتے ہیں وہ ان چیزوں کے بارے میں اچھا علم رکھتے ہیں۔ ہماری زمین earth سیدھی نہیں ہے۔ بلکہ جھکی ہوئی ہے۔ یوں سمجھیں کہ رکوع کی حالت میں ہے۔ تھوڑا سا sent ہوتی ہوئی ہے۔ اس کا axes 23.5 ڈگریز ہے۔ اگر یہ axes ۲۵ ڈگری ہوتا تو بالکل سیدھا ہوتا۔ قطبین North & South Poles پر polar ice یعنی برف ہر وقت جمی ہوتی ہے، اگر زمین سیدھی ہوتی تو یہ برف ساری کی ساری چند سو سالوں میں پگھل چکی ہوتی۔ اگر 23.5 کے بجائے جو axes ہے وہ 22 پر ہوتا تو arctic ice جو ہے وہ سارے یورپ میں پھیل گئی ہوتی۔ اور یورپ میں زندگی ناممکن ہوتی۔

اسی طرح جو دنیا کی rotation ہے۔ اس کی وجہ سے ہواؤں کی movement ہوتی ہے۔ ہواؤں کا پھرنا ہے۔ پھر اگر ہوائیں نہ ہوتیں، تو سمندر کے اوپر سے بخارات اڑتے اور سمندروں ہی پر برس جاتے۔ سمندروں ہی پر دوبارہ سے rain fats ہو جاتی۔ clouds وہیں بنتے اور وہیں برس جاتے۔ یہ تو ہوائیں ہیں کہ جو clouds کو اٹھائے پھرتی ہیں۔ clouds بنتے ہیں۔ ان کو ہوائیں لے کر جاتی ہیں۔ اور جہاں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے وہاں بارش برس جاتی ہے۔[28]

صوفی عبدالحمید سواتی نے اپنی تفسیر "معالم العرفان" میں اس سائنسی عمل کی وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے: "۔۔۔، تلقیح کا معنی پیوند کاری بھی ہوتا ہے، اس سے بھی چیز بوجھل ہو جاتی ہے، اور آگے دوسری چیز نکلتی ہے آجکل کی میڈیکل سائنس میں اسے ٹیکہ لگانا۔ (ANOCULATION انوکولیشن) کہتے ہیں، اس عمل کے ذریعے انسانی جسم میں خاص قسم کے جراثیم پہنچائے جاتے ہیں جس سے بیماری کو

ابھارنا مقصود ہوتا ہے تاکہ اس کا واضح طور پر علاج کیا جاسکے یا خود انسانی طبیعت کو اس قابل بنایا جاسکے کہ وہ بیماری کا مقابلہ کر سکے۔

بہر حال یہ بوجھل ہوائیں سمندر سے اٹھنے والے بخارات کو اٹھاتی ہیں اور پھر قدرت کو جہاں بارش برسانا مقصود ہوتا ہے وہاں لے جاتی ہیں بارش برستی ہیں جس سے انسان، حیوان، کیڑے مکوڑے اور نباتات سیر اب ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایسا خود کار انتظام کر رکھا ہے جس سے پانی جیسی بنیادی ضرورت ہر ایک تک فری پہنچتی ہے اللہ نے اس نظام کو اس حکمت کے ساتھ قائم کیا ہے کہ بارش حسب ضرورت کبھی کبھی ہوتی ہے۔"[29]

۳۔ نباتات کی افزائش نسل میں ہوا کا کردار(Anemophily)

یہ ایک سائنسی عمل ہے۔ ہوا کے ذریعے بارآور ہونے والے پودے (anemophilous plants)عام طور پر ہلکے، خشک اور چھوٹے سائز کے زرپاش ذرات بڑی مقدار میں پیدا کرتے ہیں، تاکہ وہ آسانی سے ہوا کے ذریعے منتقل ہوسکیں۔ جیسے گھاس کی اقسام، کونفر(conifers) ، اور بہت سے اجناس جیسے گندم، مکئی، چاول، جو اور درختوں میں چیڑ، بلوط، برچ وغیرہ شامل ہیں۔ زرپاش ذرات ظاہر شدہ نر اعضاء (anthers) سے خارج ہو کر ہوا میں شامل ہو جاتے ہیں، اکثر ایسے وقت میں جب ہوا کے حالات موزوں ہوں، جیسے کہ صبح کے وقت یا خشک موسم میں۔ ہوا کے جھونکے ان زرپاش ذرات کو بعض اوقات بہت دور تک لے جاتے ہیں۔ ہوا کی سمت، رفتار اور بہاؤ اس بات کا تعین کرتے ہیں کہ پولن کتنی دور اور کس سمت میں جائے گا۔ ان پودوں کے مادہ حصے (stigma) عام طور پر بڑے، پر والے اور چپکنے والے ہوتے ہیں تاکہ ہوا میں موجود زرپاش ذرات کو زیادہ مؤثر طریقے سے جذب کیا جاسکے۔ جب زرپاش ذرہ ہم آہنگ مادہ عضو پر پہنچتا ہے تو بارآوری(Fertilization) کا عمل مکمل ہوتا ہے، جس کے نتیجے میں بیج کی تشکیل ہوتی ہے۔[30]

پیر کرم شاہ الازہری سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۲۲ کی تفسیر میں ایک سائنسی حقیقت کی طرف متوجہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"یا تو اس لیے ہواؤں کو لواقح کہا جاتا ہے کہ یہ بارش کے پانی بادلوں کے مشکیزوں میں اٹھائے ہوئے آتے ہیں یا اس لیے کہ بادلوں میں یہ اس رطوبت کو ملاتی ہیں جس سے ان سے بارش برسنے لگتی ہے:وقیل الریح الملاقح التی تحمل الندی فتمجه فی السحاب فاذا اجتمع فیه صار مطراً یا اس لیے انھیں لواقح کہا گیا کہ یہ درختوں کو باردار کرتی ہیں یعنی نر درختوں کے گابھوں کو لے کر مادہ درختوں کے گابھوں میں جا کر ڈالتی ہیں۔ ثم یبعث اللواقح فتلقح الشجر پھر اللہ تعالیٰ لواقح ہواؤں کو بھیجتا ہے جو درختوں کو باروار کرتی ہیں۔(قرطبی)

قرآن پاک نے اس راز سے پہلے ہی پردہ اٹھا دیا تھا کہ نر مادہ کا وجود صرف جاندار مخلوق میں ہی نہیں ہے بلکہ ہر قسم کی نباتات کی افزائش نسل کے لیے یہی طریقہ مقرر کیا ہوا ہے۔ سبحان الذی خلق الازواج کلہا مما تنبت الارض ومن انفسہم ومما لا یعلمون (۳۶: ۳۶)۔ یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے سب جوڑے بنائے ان چیزوں سے بھی جنہیں زمین اگاتی ہے۔ اور خود ان سے بھی اور ان چیزوں سے بھی جنہیں (ابھی) وہ نہیں جانتے، نر درختوں، پودوں، جڑی بوٹیوں کے شگوفے ان کی مادہ تک پہنچیں تو کیونکر؟ انسان سارے کام چھوڑ کر اگر یہی ایک کام کرنے لگے تو پھر بھی وہ اس کا لاکھواں حصہ انجام نہیں دے سکتا۔ یہ چیز انسان کی طاقت سے ماورا تھی۔ اس لیے قدرت نے اپنی کرم گستری سے اس کا خود ہی اہتمام فرما دیا۔ حضرت انسان کو خبر تک ہی نہیں ہوتی اور اس کے باغوں میں، کھیتوں میں، چراگاہوں میں اور جنگلوں میں۔ اور نہ معلوم اور کہاں کہاں ہوائیں چپکے سے عمل تلقیح کو انجام دے رہی ہوتی ہیں۔"[31]

۴۔ زمین کی زرخیزی اور غذائی اجزاء کی فراہمی(Soil Fertility and Nutrient Provision)

قرآن مجید میں زمین کی زرخیزی اور اس سے پیدا ہونے والی نعمتوں کا بار بار ذکر آتا ہے، جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ مٹی محض

بے جان مادہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے زندگی بخشنے کا ایک ذریعہ ہے۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوا ہے:

وَفِي الْأَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجَاوِرَاتٌ وَجَنَّاتٌ مِّنْ أَعْنَابٍ وَزَرْعٌ وَنَخِيلٌ صِنْوَانٌ وَغَيْرُ صِنْوَانٍ يُسْقَىٰ بِمَاءٍ وَاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الْأُكُلِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ۔[32]

اور زمین میں قطعات ایک دوسرے سے متصل ہیں، اور انگوروں کے باغات ہیں، اور کھیتیاں، اور کھجور کے درخت، بعض جڑ سے جُڑے ہوئے اور بعض الگ الگ، سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے، مگر ہم بعض کو بعض پر کھانے کے اعتبار سے فضیلت دیتے ہیں۔ یقیناً اس میں عقل رکھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

یہ آیت اس سائنسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اگرچہ تمام کھیتوں کو ایک جیسا پانی دیا جاتا ہے، لیکن ان کی پیداوار مختلف ہوتی ہے، کیونکہ زمین کی ساخت، غذائی اجزاء، اور مائیکروبیالوجیکل سرگرمیاں ہر جگہ مختلف ہوتی ہیں۔ جدید زراعت اور مٹی کے علوم (Soil Science) آج اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ:

- مٹی میں موجود **نائٹروجن، فاسفورس، پوٹاشیم** جیسے معدنیات پودوں کی نشوونما کے لیے بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔
- **مٹی کی ساخت،** pH**، اور حیاتیاتی سرگرمیاں** فصل کی نوعیت اور معیار پر اثرانداز ہوتی ہیں۔
- یکساں پانی ملنے کے باوجود مختلف زمینیں مختلف پیداوار دیتی ہیں، بالکل جیسا قرآن نے فرمایا۔

یہ اعجاز قرآن کی سچائی اور اس کی فطرت سے ہم آہنگ تعلیمات کو واضح کرتا ہے۔ تفسیر "محاسن القرآن" میں مفتی غلام الرحمان رقم طراز ہیں: "اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ سفلی مخلوقات میں سے اس کی قدرت پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ زمین کے مختلف ٹکڑے ہیں جو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں لیکن صفات میں مختلف ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک زمین میں بہترین پھلوں کے باغات ہیں لیکن اس کے ساتھ متصل زمین بنجر اور یم وتھور کا شکار ہو کر وہاں کوئی فصل نہیں اگاتی۔ کسی زمین میں آم کے باغات اچھی طرح اگتے ہیں، کسی میں سیب کسی میں مالٹا، کسی میں شفتالو۔ زمین کے ہر ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے الگ الگ خاصیات ودیعت فرمائی ہیں جو اس کی قدرت کا بڑا نمونہ ہے۔ قرآن کریم یہاں زمین اور مٹی کے جس اختلاف کی طرف اشارہ کر رہا ہے، یہ ایک عام حقیقت ہے جسے ایک ان پڑھ کاشکار بھی خوب جانتا ہے۔ آج کی ایگریکلچر سائنس اس کی مکمل تائید کرتی ہے چنانچہ ماہرین زراعت کے ہاں بھی تمام زمینیں برابر نہیں بلکہ مختلف زمینیں مختلف قسم کی فصلوں اور باغات کے لیے موزوں قرار دی جاتی ہیں۔[33] ماہرین یہ بھی کہتے ہیں کہ جس آب وہوا میں انسان کے لیے جس فصل اور پھل کی ضرورت ہو وہاں کی زمین میں وہی چیز اچھی طرح اگتی ہے۔ چنانچہ کہیں کھجور کے باغات ہیں، کہیں انگور کے، کہیں سیب اور شفتالو کے اور کہیں آم اور امرود کے۔ پھر کھجور کے درختوں میں کچھ شاخدار ہیں کہ ایک جڑ سے دو یا تین تنے نکلے ہوں اور کچھ غیر شاخدار کہ ایک ہی تنا ہو۔

یہ سب پھل ایک قسم کے پانی سے ہی سیراب ہوتے ہیں لیکن پھر بھی ذائقوں، مقدار اور رنگ میں مختلف ہوتے ہیں۔ یہ سب قدرت خداوندی کی واضح نشانیاں ہیں۔ ان سب دلائل کے بعد چاہیے تھا کہ کوئی انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ بناتا لیکن افسوس! مشرکین پھر بھی معبودانِ باطلہ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک مان کر ان کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں، ان کی یہ احسان فراموشی یقینا قابل تعجب ہے۔۔۔ لیکن اس سے بڑھ کر قابل تعجب میں بات ہے کہ مشرکین تصور آخرت سے انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب ہم مٹی بن جائیں تو اس کے بعد دوبارہ زندہ نہیں ہوسکتے۔ "میر انکار آخرت زیادہ قابل تعجب اس لیے ہے کہ جب اللہ تعالیٰ پہلی مرتبہ گندے بے جان نطفہ سے معدوم کو موجود کرنے پر قادر ہیں تو مٹی ہو جانے کے بعد ذرات اکٹھا کر کے دوبارہ زندگی دینا اس کے لیے کیا مشکل ہے؟

اگر انسان سوچے تو یہ اس کی نسبت آسان کام ہے۔ اس لیے تصور آخرت سے انکار بڑی بے وقوفی ہے۔"[34]

۵۔ پودوں کی نشو ونما اور ضیائی تالیف (Plant Growth and Photosynthesis)

قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوا ہے:

يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭاِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔[35]

اس پانی سے وہ تمہارے لیے کھیتیاں بھی پیدا کر دیتا ہے نیز زیتون، کھجور، انگور اور ہر طرح کے پھل یقیناً اس بات میں ان لوگوں کیلئے ایک بڑی نشانی ہے جو غور و فکر کرنے والے ہیں۔

یہ آیت نباتاتی زندگی کی گوناگونی اور اس کی نشو ونما کو خدائی عطا کے طور پر تسلیم کرتی ہے۔ سائنسی اعتبار سے، پودوں کی نشو ونما کا انحصار ضیائی تالیف (Photosynthesis) پر ہوتا ہے، جو ایک ایسا عمل ہے جس میں پودے سورج کی روشنی، پانی اور کاربن ڈائی آکسائیڈ کو توانائی میں تبدیل کرتے ہیں، پھل پیدا کرتے ہیں اور زندگی کو برقرار رکھتے ہیں۔

مفتی محمد شفیع کی رائے میں کھیتی اور درخت اور ان کے پھل پھول وغیرہ کا تعلق اللہ جل شانہ کی صنعت و حکمت کے ساتھ کسی قدر غور وفکر چاہتا ہے کہ آدمی یہ سوچے کہ دانہ یا گٹھلی زمین کے اندر ڈالنے اور پانی دینے سے تو خود بخود یہ نہیں ہو سکتا کہ اس میں سے ایک عظیم الشان درخت نکل آئے اور اس پر رنگارنگ کے پھول لگنے لگیں اس میں کسی کاشتکار زمیندار کے عمل کا کوئی دخل نہیں یہ سب قادر مطلق کی صنعت و حکمت سے وابستہ ہے۔[36]

علامہ محمد مدنی اشرفی جیلانی (م ۱۹۵۰ء) اپنی تفسیر اشرفی میں اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: "کھیتی اور درخت اور ان کے پھل پھول وغیرہ کا تعلق اللہ جل شانہ کی صنعت و حکمت کے ساتھ ہے"، کسی قدر غور وفکر چاہتا ہے کہ آدمی یہ سوچے کہ دانہ یا گٹھلی زمین کے اندر ڈالنے اور پانی دینے سے تو خود بخود یہ نہیں ہو سکتا کہ اس میں سے ایک عظیم الشان درخت نکل آئے اور اس پر رنگارنگ کے پھول لگنے لگیں اس میں کسی کاشتکار زمیندار کے عمل کا کوئی دخل نہیں۔ یہ سب قادر مطلق کی صنعت و حکمت سے وابستہ ہے۔"[37]

تفسیر القرآن الکریم میں حافظ عبد السلام بھٹوی (م ۲۰۰۷ء) نے لکھا ہے کہ ایک ہی پانی، ایک ہی زمین، ایک ہی ہوا اور ایک ہی سورج کی تپش سے گندم اور جو وغیرہ کے زمین میں سیدھے یا الٹے دفن شدہ دانے سے کھیتی، گٹھلی سے زیتون، قلم سے انگور اور بیشمار کھیتیاں اور پھل پیدا فرمائے۔ لحمیات، نشاستہ، شکر، وٹامنز، دوائیں، لکڑی، الغرض! زندگی کی ہر ضرورت کو پیدا کرنے والا کون ہے؟ تم تو زمین میں دانے یا گٹھلیاں پھینک کر آ گئے تھے اور کئی بیج تم نے ڈالے بھی نہیں تھے، یہ سب اگانے والا کون ہے؟[38]

۶۔ نباتی زندگی کے مراحل

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ۔ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ۔ لَوْ نَشَاۗءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ۔[39]

اچھا یہ بتاؤ یہ جو تم کھیتی باڑی کرتے ہو، کیا وہ کھیت تم اگاتے ہو، یا ہم اگانے والے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اس (پیداوار) کو چورا چورا کر دیں پھر تم حیرت کرنے لگو۔

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی عاجزی اور رب کی قدرت کی یاددہانی کروا رہا ہے۔ یہ آیات زرعی عمل (Agriculture) کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یہ سوال اٹھاتی ہیں کہ کیا واقعی انسان زمین میں بیج ڈال کر فصل اُگانے کا حقیقی خالق ہے؟ یا یہ اللہ کی قدرت ہے جو بیج میں نشو ونما کی صلاحیت رکھتا ہے؟ سائنس بتاتی ہے کہ ایک بیج میں زندگی کی صلاحیت (viability) قدرتی طور پر موجود

ہوتی ہے۔ مناسب درجہ حرارت، نمی، روشنی اور غذائیت کی موجودگی میں ہی بیج نمو پاتا ہے۔ مگر انسان صرف ظاہری عوامل مہیا کرتا ہے، اصل زندگی اور نشوونما کی تحریک قدرتی (یعنی اللہ کی) طرف سے ہے۔ فصلیں موسمی تغیرات، آفاتِ سماوی (سیلاب، ژالہ باری، خشک سالی) یا امراض کی وجہ سے تباہ ہو سکتی ہیں۔ جدید ترین ٹیکنالوجی کے باوجود 100٪ فصل کی حفاظت ممکن نہیں۔ فصل کے ضائع ہونے پر کسان کی بے بسی، معاشی نقصان اور ذہنی دباؤ ایک عام تجربہ ہے۔ماہرین نفسیات بھی اس کو "Agricultural Stress" کے طور پر تسلیم کرتے ہیں۔ قرآن کی یہ تعبیر انسان کی نفسی کیفیت کو بھی بیان کرتی ہے جو سائنسی مشاہدات کے عین مطابق ہے۔

عبد الماجد دریابادی کے الفاظ میں:"زمین میں یہ صلاحیت رکھنا کہ دانہ کو نشوونما دے سکے۔ دانہ میں یہ استعداد کہ مٹی سے نمو حاصل کر سکے، گرمی، روشنی، ہوا، پانی وغیرہ سے استفادہ کی قابلیت، ان سب کو قوت سے فعل میں لانا، وقت مناسب پر مقدار مناسب میں بارش، اوقات مقرر پر مقدار مقرر میں آفتاب کی تابش، غرض نظام زراعت کی ساری عظیم الشان مشینری کو حرکت میں لانا بندہ کی قدرت میں ہے یا اللہ کی۔"[40]

۷۔ مٹی: ایک ذریعہ زندگی (Soil as a Medium for Life & Plant Growth)

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ۔[41]

اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا اور اس میں ہم نے بھاری پہاڑ ڈال دیے اور اس میں اگا دی ہم نے ہر شے ٹھیک اندازے کے مطابق۔

یہ آیت زمین کی اس صلاحیت کو اُجاگر کرتی ہے کہ وہ مختلف اقسام کی حیات کو سہارا دینے کی قدرت رکھتی ہے۔ مٹی ایک پیچیدہ ذریعہ ہے جو غذائی اجزاء اور خردنامیوں (microorganisms) سے بھرپور ہوتی ہے، جو نہ صرف پودوں کی نشوونما کے لیے ضروری ہیں بلکہ بالواسطہ طور پر انسانوں اور جانوروں کی بقا کے لیے بھی اہم ہیں۔

حافظ عبد السلام بھٹوی کی نظر میں:" اب زمین اور اس پر پیدا کردہ اشیاء کو توحید کی دلیل کے لیے بیان کیا جا رہا ہے۔ مَدَدْنٰهَا ، مَدَّ يَمُدُّ (ن) کا معنی ہے کھینچنا، پھیلانا۔ جب ہم زمین کی وسعت اور پھیلاؤ کو دیکھتے ہیں تو وہ اتنی ہے کہ اس پر چلنے پھرنے، رہنے، کاشت کرنے، مکان یا سڑکیں بنانے میں کوئی مشکل پیش نہیں آتی، مگر آنکھوں کو اس کی انتہا نظر نہیں آتی، خواہ کتنا سفر کر لیں۔ یہ پھیلاؤ اور مدّ دلیل ہے کہ زمین کو اللہ تعالیٰ نے گول بنایا ہے، ورنہ اگر یہ مربع یا کسی اور شکل کی ہوتی تو یہ پھیلاؤ کسی جگہ جا کر ختم ہو جاتا، اب تو گول زمین کی تصویریں بھی آ چکی ہیں اور تجربے سے بھی یہ حقیقت ثابت ہو چکی ہے، اس کے باوجود اس کا جھکاؤ ایسا عجیب ہے کہ نہ نظر آتا ہے اور نہ اس کلیے میں کوئی فرق پڑتا ہے کہ "پانی اپنی سطح ہموار رکھتا ہے " مگر سیکڑوں برس پہلے اس حقیقت کو وہی بیان کر سکتا تھا جس نے اسے پیدا کیا اور پھیلایا ہے۔"[42]

مولانا عبد الرحمان کیلانی نے اس سائنسی حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے کہ:" ہر چیز کی پیدائش اور افزائش اللہ کے مقررہ اندازے کے مطابق ہی ہو سکتی ہے:۔ موجودہ تحقیقات سے یہ معلوم ہوا ہے کہ نباتات کی ہر نوع میں تناسل کی اس قدر زبردست طاقت ہے کہ اگر صرف ایک ہی پودے کو زمین میں بڑھنے اور پھلنے پھولنے کا موقع دیا جائے تو چند ہی سالوں میں اسی جنس کے پودے تمام روئے زمین پر پھیل جائیں اور کسی دوسری قسم کے پودے کے لیے کوئی جگہ باقی نہ رہے اور یہ حکیم و علیم اور قادر مطلق کا سوچا سمجھا اندازہ ہی ہے جس کے مطابق بیشمار قسم کی نباتات اس زمین پر اگ رہی ہے اور ہر نوع کی پیداوار اپنی ایک مخصوص حد تک پہنچ کر رک جاتی ہے مزید یہ کہ ہر نوع کی پیداوار کو اس علاقہ کی ضرورت اور وہاں کے لوگوں کی طبیعت کے مطابق پیدا کیا جاتا ہے۔"[43]

ایک اور جگہ ارشادِ ربانی ہے:

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۚ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ۔ [44]

اور عمدہ زمین اپنے پروردگار کے حکم سے خوب سبزہ اگاتی ہے اور جو خراب ہوتی ہے اس سے جو کچھ تھوڑا بہت نکلتا ہے وہ بھی ناقص ہوتا ہے۔ اسی طرح ہم اپنی آیات کو مختلف طریقوں سے ان لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں جو شکر بجالاتے ہیں۔

یہ حقیقت ان عناصر یا غذائی اجزاء سے ثابت کی جاسکتی ہے جو مٹی، پودوں اور انسانوں میں پائے جاتے ہیں، جیسے کہ کاربن، نائٹروجن، فاسفورس، اور پوٹاشیم؛ یہ تمام عناصر نہ صرف ان تینوں میں موجود ہوتے ہیں بلکہ ان کے لیے فائدہ مند بھی ہیں۔ صرف 11 عناصر انسانی جسم کے تقریباً 99.9 فیصد (جوہری سطح پر) حصے پر مشتمل ہوتے ہیں، جن میں بڑے عناصر (کاربن، ہائیڈروجن، آکسیجن، اور نائٹروجن) شامل ہیں، جو جسم کے 99 فیصد حصے پر مشتمل ہیں، جبکہ چھوٹے عناصر (فاسفورس، پوٹاشیم، کیلشیم، میگنیشیم، سلفر، سوڈیم، اور کلورین) جسم کا 0.9 فیصد حصہ بناتے ہیں [45]

H، C، اور O کے علاوہ باقی تمام عناصر کا ماخذ مٹی ہے۔ لہٰذا، انسان اور مٹی کے درمیان ایک گہرا باہمی انحصار پایا جاتا ہے۔ انسانی تہذیب کی تاریخ زیادہ تر مٹی اور انسان کے باہمی تعلق اور مٹی کے معیار پر انسان کے اثرات پر مبنی ہے، جیسا کہ Lal (2005) نے بیان کیا۔ انسانوں کی سوچ اور طریقہ کار کہ مٹی کے وسائل کو کس طرح بہتر طریقے سے استعمال کیا جائے، تہذیب کے ارتقاء میں کلیدی کردار ادا کرتا رہا ہے۔ مٹی زمین کی سطح پر وہ اہم تہہ ہے جس میں پودوں کی جڑیں نشوونما پاتی ہیں اور ترقی کرتی ہیں۔ اس تہہ کی ایک اہم ذیلی اکائی رائزوسفیئر (Rhizosphere) ہے، جو پودوں کی افزائش اور غذائیت کے لیے ایک مؤثر ذریعہ کے طور پر کام کرتی ہے۔ اسی لیے رائزوسفیئر مٹی کی سائنس کی فہم کا مرکز سمجھا جاتا ہے۔ رائزوسفیئر میں نامیاتی مادہ، معدنیات، گیسیں، مائع یا مٹی کا محلول، خرد جاندار شامل ہوتے ہیں۔ یہ تمام اجزاء مل کر زندگی کو سہارا دیتے ہیں۔

مٹی کی سائنس (Soil Science) وہ علم ہے جو مٹی کی تمام خصوصیات اور شعبوں (جیسا کہ طبیعیات، کیمیا، حیاتیات، معدنیات (کا مطالعہ کرتا ہے۔ عام زبان میں مٹی کو earth یا dirt بھی کہا جاتا ہے۔ جدید دور میں مٹی کی سائنس میں ہونے والی تحقیق نے اس کی اہمیت کو مزید واضح کیا ہے، خاص طور پر: زرعی نظاموں (Agroecosystems) کے لیے، انسانی صحت کے لیے، اور پائیداری (Sustainability) کے لیے۔

مفسرین نے بھی مٹی کی مذکور خاص صلاحیتوں کو قرآنِ حکیم کی اس آیت کی روشنی میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ مفسر کیلانی لکھتے ہیں کہ:" " طیب "اور "خبیث "کے الفاظ جس طرح معنوی واخلاقی اعتبار سے خبیث وطیب کے لیے آتے ہیں اسی طرح مادی اعتبار سے خبیث وطیب کے لیے بھی آتے ہیں۔ یہاں موقع دلیل ہے کہ "بلد الطیب "سے مراد زرخیز اور ذی صلاحیت زمین اور "والذی خبث "سے بنجر اور شور زمین ہے اور مطلب یہ ہے کہ اگرچہ باران رحمت کا فیض ہر شہر، ہر زمین پر یکساں ہوتا ہے لیکن نتائج اور ثمرات کے اعتبار سے زمین کی دو قسمیں ہوتی ہیں، ایک عمدہ اور اچھی زمین جس میں نشوونما کی صلاحیت ہے اس میں تو ہر طرح کے پھل پھول نکلتے ہیں اور فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ دوسری وہ سخت یا کھاری زمین جس میں روئیدگی کی صلاحیت نہیں۔ اس میں اول تو کچھ پیدا ہی نہیں ہوتا۔ پھر اگر کچھ ہوا بھی تو وہ بہت کم مقدار میں ہوتا ہے اور جتنا پیدا ہوتا ہے وہ بھی بیکار اور خراب ہوتا ہے یعنی خاروخس کی

طرح۔"[46]

۷۔ ذرائع پیداوار کا اخلاقی استعمال:

قرآنِ حکیم میں ارشاد ہوا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّاۤ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَیَمَّمُوا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّاۤ اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ ؕ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ۔[47]

ایمان والو، اپنی پاکیزہ کمائی میں سے خرچ کرو اور اس میں سے بھی جو ہم نے تمہارے لیے زمین سے نکالا ہے، اور کوئی بری چیز تو (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے کا خیال بھی نہ کرو۔ تم اس طرح کی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہو، لیکن اپنا حال یہ ہے کہ قیمت گھٹانہ لو تو اسے لینے کے لیے تیار نہیں ہوتے اور جان رکھو کہ (تمھاری اس خیرات سے) اللہ بے نیاز ہے، وہ ستودہ صفات ہے۔

پیداوار کا اخلاقی استعمال، خصوصاً صنعت، زراعت اور ٹیکنالوجی کے شعبوں کے تناظر میں، ایک وسیع اور پیچیدہ موضوع ہے۔ یہ مختلف اصولوں اور طریقہ کار پر مشتمل ہوتا ہے جن کا مقصد یہ یقینی بنانا ہوتا ہے کہ اشیاء کی تیاری اور تقسیم اس انداز میں کی جائے جو اخلاقی طور پر ذمہ دار ہو اور افراد، معاشروں اور ماحول کو کم سے کم نقصان پہنچائے۔ اخلاقی پیداوار میں وسائل، جیسے پانی، زمین، اور خام مواد، کا ذمہ دارانہ انتظام شامل ہوتا ہے تاکہ ان کا حد سے زیادہ استعمال یا ماحولیاتی تباہی روکی جاسکے۔

۸۔ قدرت کے نظامِ زراعت، آبی سائیکل، اور غذائی تسلسل Food Chain) کا بیان:

قرآن حکیم نے زرعی پیداوار، اجناس، باغات وغیرہ کو ایک خاص ترتیب سے بیان کرکے اسے سامانِ حیات میں سے سب سے اہم قرار دیا اور اسے اپنی نشانی قرار دیا۔ سورۃ عبس کی مندرجہ آیات میں انسان کو اپنے کھانے پر غور کرنے کی دعوت کے ذریعے قدرت کے نظامِ زراعت، آبی سائیکل، اور غذائی تسلسل (Food Chain) کی نہایت جامع تصویر پیش کی گئی ہے۔ ان آیات کی سائنسی مطابقت جدید زرعی سائنس، ماحولیاتی نظام (ecosystem)، اور حیاتیاتی سائنس (biology) کے کئی بنیادی اصولوں سے ہم آہنگ ہے۔

فَلْیَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ۔ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا۔ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا۔ فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا حَبًّا۔ وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا۔ وَّ زَیْتُوْنًا وَّ نَخْلًا۔ وَّ حَدَآىِٕقَ غُلْبًا۔ وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا۔ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَ لِاَنْعَامِكُمْ۔[48]

تو انسان کو چاہیئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے۔ بیشک ہم ہی نے پانی برسایا۔ پھر ہم ہی نے زمین کو اچھی طرح پھاڑا۔ پھر ہم ہی نے اس میں اناج اگایا۔ اور انگور اور ترکاری۔ اور زیتون اور کھجوریں۔ اور گھنے گھنے باغ۔ اور میوے اور چارا۔ تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے فائدے کے لیے۔

یہ ایک تحقیقی دعوت ہے Observation کی، جو سائنسی طریقہ کار (Scientific Method) کا پہلا قدم ہے۔ قرآن، انسان کو دعوت دیتا ہے کہ وہ اپنے کھانے کی ابتدا اور مراحل پر غور کرے، جو دراصل غذائی زنجیر (Food Chain) اور زراعتی سائیکل کی بنیاد ہے۔ ان آیات میں خوب پانی برسانے کا ذکر ہے، یعنی اس میں Hydrological Cycle آبی چکر کی طرف واضح اشارہ ہے۔ "صَبًّا" کا لفظ مقدار اور تسلسل کو ظاہر کرتا ہے —جیسے موسمی بارش، جسے آج ہم monsoon یا precipitation کہتے ہیں۔ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا (پھر ہم نے زمین کو پھاڑا)۔ بارش کے بعد زمین میں نمی اور نرمی آتی ہے، جس سے بیجوں کا اگنا ممکن ہوتا ہے۔ یہ soil aeration، capillary action، اور seed germination کے ابتدائی مراحل کی طرف اشارہ ہے۔ حَبًّا اناج (Grains) جیسے گندم، جو، چاول، جو کہ کاربوہائیڈریٹس کا بنیادی ذریعہ ہیں۔ ان کا اگنا فوٹو سنتھیسس (Photosynthesis)، مٹی

کے غذائی اجزاء، اور پانی پر منحصر ہے۔ پھلوں، ترکاریوں اور سبزیوں کا ذکر ہے، جو اِ ذا کا اہم ذریعہ ہیں۔ گھنے درختوں اور باغات کا تذکرہ ہے جو کہ زمین کے درجہ حرارت کو کم کرتے اور پانی کو ذخیرہ کرتے ہیں۔

مولانا کیلانی کے بقول: "(خالقِ کائنات نے) ایسی اشیاء پیدا کیں جو حیات بخش ہونے کے ساتھ ساتھ خوشگوار لذیذ اور مزیدار بھی تھیں تا کہ انسان ایک ہی طرح کی خوراک سے اکتا نہ جائے۔ اس کے لیے طرح طرح کی سبزیاں اور ترکاریاں اگائیں۔ پھر ایسے پودے بھی اگائے جن سے انسان روغن حاصل کر سکے اور ایسے انواع واقسام کے پھل بھی جن کے کھانے سے اسے لذت وسرور بھی حاصل ہو۔ پھر اس کے لیے مویشی پیدا کیے جن سے وہ گوشت، دودھ اور کئی دوسرے فوائد حاصل کرتا ہے۔ پھر ہر پودے اور درخت سے حاصل ہونے والی غذا کا بہترین حصہ تو انسان کی خوراک بنا اور جو حصہ اس کے حساب سے ناکارہ تھا وہ اس کے مویشیوں کی خوراک کے کام آیا۔ اب دیکھیے غلوں اور درختوں کے پھلوں کے پکنے میں زمین، سمندر، سورج، ہوائیں، چاند کی چاندنی اور کئی دوسری اشیاء اپنا اپنا فریضہ ادا کرتی ہیں تو تب جا کر انسان کو کھانے کو خوراک ملتی ہے۔ اور یہ سب چیزیں اللہ کی پیدا کردہ اور اسی کے حکم کے مطابق اپنے اپنے فرائض بجالا رہی ہیں۔ پھر بھی انسان ایسا ناشکرا واقع ہوا ہے کہ اپنے پروردگار کے منہ کو آنے لگتا ہے اور انسان اس روزی کے سلسلے میں اللہ کا اس قدر محتاج ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کچھ عرصہ کے لیے بارش برسانا ہی روک لے تو انسان اور اس کے علاوہ زمین پر بسنے والی تمام جاندار مخلوق کا عرصہ حیات تنگ ہو جائے۔"[49]

مویشی زراعت سے منسلک اور لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قرآنِ حکیم نے مویشیوں کے فوائد گنوائے ہیں اور انہیں اپنی نشانی اور نعمت قرار دیا ہے:

> وَ الْاَنْعَامَ خَلَقَهَاۚ-لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّ مَنَافِعُ وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ۔ وَ لَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَ حِيْنَ تَسْرَحُوْنَ۔ وَ تَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِؕ-اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔[50]
>
> یہ چوپایے بھی اس نے پیدا کیے ہیں جن میں تمہارے لیے جاڑے کی پوشاک ہے اور دوسرے فائدے بھی اور ان سے تم غذا بھی حاصل کرتے ہو۔ ان کے اندر تمہارے لیے جمال بھی ہے، جبکہ شام کے وقت ان کو واپس لاتے ہو اور جب صبح کو چرنے کے لیے چھوڑتے ہو۔ یہ تمہارے بوجھ ایسی جگہوں تک لے جاتے ہیں، جہاں تم جان توڑ کر ہی پہنچ سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ تمہارا پروردگار بڑا ہی شفیق، بڑا مہربان ہے۔

مذکورہ بالا آیات مجموعی طور پر اسلامی تعلیمات میں زراعت کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہیں، جو اسے رزق کا ذریعہ، اللہ کی رحمت کا مظہر، اور ایک ایسا شعبہ قرار دیتی ہیں جس میں اخلاقی نگرانی (ذمہ داری) ضروری ہے۔

خلاصہ بحث

قرآن مجید تمام علوم کا سرچشمہ اور ہدایت کا جامع منبع ہے، جو ہر دور کی فکری وسائنسی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ سائنسی ترقی کے باوجود قرآن کی تعلیمات آج بھی جدید، متعلق اور قابلِ عمل محسوس ہوتی ہیں۔ اس کی جامعیت روحانی، معاشرتی، سیاسی، تعلیمی اور بین الاقوامی امور سمیت ہر پہلو پر محیط ہے۔ علمائے کرام نے ہر دور میں قرآن کو عوام تک آسان زبان میں پہنچانے کی کوشش کی اور فہم قرآن کی خدمت انجام دی۔ خاص طور پر برصغیر کے علما نے قرآن کے سائنسی پہلوؤں پر تحقیق کی، اس بنیاد پر کہ قرآن اللہ کا کلام ہے، اس میں کوئی سائنسی غلطی ممکن نہیں۔ ڈاکٹر فضل کریم جیسے محققین کا ماننا ہے کہ قرآن کی بعض آیات میں سائنسی حقائق کی طرف واضح اشارے موجود ہیں، جن کی تفسیر "راسخون فی العلم "یعنی ماہرین علم وسائنسدان ہی کر سکتے ہیں۔ ان کے مطابق قرآن ان سچائیوں کو پہلے

ہی ظاہر کر چکا ہے جنہیں سائنس ابھی دریافت کر رہی ہے۔ قرآنِ حکیم نے زرعی نظام، آبی چکر (Hydrological Cycle) اور غذائی تسلسل (Food Chain) کو نہایت جامع اور مربوط انداز میں بیان کیا ہے۔ سورۃ عبس کی آیات انسان کو اس کے کھانے کی ابتدا اور مراحل پر غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں، جو دراصل سائنسی مشاہدے (Observation) اور تحقیقی تجسس کا آغاز ہے—یعنی سائنسی طریقہ کار کا پہلا قدم۔ مختلف اجناس، پھل، سبزیاں، ترکاریاں، اور چارے کا ذکر غذائی نظام کی تکمیل اور غذائی تنوع (Nutritional Diversity) پر روشنی ڈالتا ہے۔ مویشیوں کو قرآن نے رزق، سہولت، جمال، اور ذرائع نقل و حمل کے طور پر نعمت قرار دیا ہے، جو زراعت کا لازم حصہ ہیں۔

زیرِ نظر مضمون میں مثالیں قرآنِ کریم میں مذکور ان قدرتی مظاہر کی نشاندہی کرتی ہیں جو زراعت کی بنیاد ہیں اور جدید سائنسی علم سے ہم آہنگ ہیں۔ ایسے اشارات غور و فکر کی دعوت دیتے ہیں کہ مذہبی متون اور سائنسی علم میں کس قدر ہم آہنگی موجود ہے۔ قرآنِ مجید زراعت کے بارے میں متعدد بصیرتیں فراہم کرتا ہے، جہاں اسے ایک خدائی نعمت اور ذریعۂ رزق کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ان حوالوں میں بارش کی اہمیت، مٹی کی زرخیزی، پودوں کی افزائش اور زرعی پیداوار کے اخلاقی استعمال کو نمایاں کیا گیا ہے۔

برصغیر پاک و ہند کے تفسیری ادب میں آیات کی سائنسی نوع کی تشریحات اور تعبیرات محدود پیمانے پر موجود ہیں۔ زیرِ بحث خطے کے مفسرین نے عموماً، تنزیلِ قرآن کے عمومی مقاصد کے تناظر میں خالص دینیاتی نوع کی تشریحات کی ہیں۔ اس خطے کے مفسرین میں سے اکثریت کا علمی پس منظر دینیاتی علوم ہیں، فلہذا خالص دینی رجحانات کے تحت ہر نوع کی آیات کی تفسیر کی گئی ہے، تاہم بعض مفسرین نے عقلِ عام اور کسی قدر جدید سائنسی و تمدنی علوم اور معلومات کے تحت علمِ زراعت سے متعلق آیات کی ایسی تفاسیر کی ہے، جو جدید زراعتی ترقیات و معلومات سے ہم آہنگ ہیں، اور جس سے آیات کے مفاہیم میں گہرائی اور گیرائی پیدا ہو گئی ہے۔ مذکور تفسیری بیانات جدید ذہن کے لیے اطمینان بخش ہیں۔ مزید یہ کہ ایسی تشریحات سائنسی طرزِ حیات اور اسلامی طرزِ حیات میں ہم آہنگی پیدا کرنے کا باعث بن سکتی ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دیگر سائنسی موضوعات پر اس نوع کی تحقیقات کی جائیں تاکہ سائنسی نظریہ حیات کے باعث پیدا ہونے والی الحاد اور بے دینی کی تحریکوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔

مصادر و مراجع:

---

[1] ۔ موریس بوکائیے: بائبل، قرآن اور سائنس، (اردو ترجمہ: ثناء الحق صدیقی)، وقاص پبلشرز، سیالکوٹ، ۲۰۰۰ء، صفحہ نمبر ۱۷۶

[2] ۔ بحوالہ: فضل کریم، ڈاکٹر: قرآن اور جدید سائنس، فیروز سنز، لاہور، ص ۱۸

[3] ۔ فضل کریم، ڈاکٹر، وہی کتاب، ص ۲۹

[4] ۔ دیکھیے! فضل کریم، ڈاکٹر: وہی کتاب، ص ۲۷

[5] ۔ وہی حوالہ: ص ۲۴

[6] ۔ ڈاکٹر ہلوک نور باقی (ترکی): قرآنی آیات اور سائنسی حقائق، (اردو ترجمہ: سید محمد فیروز شاہ گیلانی)، انڈس پبلشنگ کارپوریشن، کراچی، ۲۰۱۴ء، ص ۷

[7] ۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری: اسلام اور جدید سائنس، منہاج القرآن پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۱، ص ۱۰

[8] ۔ موریس بوکائیے، بائبل، قرآن اور سائنس، ص ۱۸۷

[9] ۔ موریس بوکاییے، وہی کتاب، ص ۱۸۷

[10] ۔ ڈاکٹر رضوان علی ندوی: (مقدمہ) "قرآنی آیات اور سائنسی حقائق" از ڈاکٹر ہلوک نور باقی (ترکی)، (اردو ترجمہ: سید محمد فیروز شاہ گیلانی)، انڈس پبلشنگ کارپوریشن، کراچی، ۲۰۱۴ء، ص ۹

[11] ۔ ڈاکٹر رضوان علی ندوی: وہی حوالہ، ص ۱۰

[12] ۔ ڈاکٹر رضوان علی ندوی: وہی حوالہ، ص ۱۰

[13] . Hassan El-Ramady, Tarek Alshaal, Alaa El-Dein Omara, Tamer Elsakhawy and Zakaria F. Fawzy: Soils and Human Creation in The Holy Quran from The Point of View of Soil Science , *Env. Biodiv. Soil Security* Vol. 3 pp. 1- 9 (2019)

[14] . Munawar Hussain Chohan, Muhammad Tahir: Islamic Approach to Human Embryology in Modern Scientific Perspectives, Abha'th Vol:1 No:3 (July-September 2016), pp 13-28

[15] . Ayesha Naeem, Prof. Dr. Sultan Shah: Scientific Interpretation of Qur'ānic Verses Pertaining to Physics, AL-ILM No. 5/2, (2021): 1-12

[16] ۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری: اسلام اور جدید سائنس، منہاج القرآن پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۱، صفحات ۵۵۰

[17] ۔ چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت کے سائنسی تحقیقات کے مطابق قرآن کی تشریح وتفسیر کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن اس میں بھی انداز تاویلات وتخیّلات کا ہے ۔ تصنّع اور تکلّف کے انداز سے آیت کے مفہوم کو جدید سائنسی اکتشافات کے مطابق کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

[18] ۔ سورۃ ق 9:50

[19] ۔ سورۃ المؤمنون 23:18

[20] . اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَسَلَكَهٗ يَنَابِيْعَ فِي الْاَرْضِ ثُمَّ يُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ

(کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ آسمان سے پانی اتارتا ہے، پھر چشموں کی صورت زمین میں جاری کرتا ہے، پھر اس کے ذریعے مختلف رنگوں کی کھیتی نکالتا ہے، پھر وہ خشک ہو جاتی ہے، پس تو دیکھے گا کہ وہ پیلی پڑ گئی ہے، پھر اسے ریزہ ریزہ کر دیتا ہے، بیشک اس میں عقل والوں کے لیے عظیم نصیحت ہے)

[21] - اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاۗءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَاۗءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ (کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ بادل کو سبک رفتار سے چلاتا ہے، پھر اس کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو یکجا کر دیتا ہے، پھر انھیں تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر تو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے بارش نکلتی ہے اور اللہ آسمان میں پائے جانے والے پہاڑوں سے کچھ اولے نازل کرتا (۳) ہے، پھر انھیں جس پر چاہتا ہے برساتا ہے اور جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے، قریب ہے کہ بادل کی بجلی کی چمک آنکھوں کی بینائی کو اچک لے جائے۔)

[22] ۔ کیلانی، عبد الرحمان: تفسیر تیسیر القرآن، دارالسلام، طبع ۱۴۳۲ھ، جلد ۳، صفحہ نمبر ۱۹۴

[23] کیلانی، عبد الرحمان: تفسیر تیسیر القرآن، دارالسلام، طبع ۱۴۳۲ھ، جلد ۳، صفحہ نمبر: 273۔

اس حقیقت کو قرآنِ حکیم میں سورۃ النور میں زیادہ وضاحت سے بیان کیا گیا: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاۗءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَاۗءُ ۭ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ۝43 (کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ بادل کو سبک رفتار سے چلاتا ہے، پھر اس کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں کو یکجا کر دیتا ہے، پھر انھیں تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر تو دیکھتا ہے کہ اس کے درمیان سے بارش نکلتی ہے اور اللہ آسمان میں پائے جانے والے پہاڑوں سے کچھ اولے نازل کرتا (۳) ہے، پھر انھیں جس پر چاہتا ہے برساتا ہے اور جس سے چاہتا ہے پھیر دیتا ہے، قریب ہے کہ بادل کی بجلی کی چمک آنکھوں کی بینائی کو اچک لے جائے۔)

[24] ۔ کیلانی، عبد الرحمان: تفسیر تیسیر القرآن، دارالسلام، طبع ۱۴۳۲ھ، جلد، ۳، صفحہ نمبر ۲۷۵

[25] ۔ مفتی محمد شفیع: تفسیر معارف القرآن، ناشر: مکتبہ معارف القراان کراچی، سن طباعت: ۲۰۰۸، جلد ششم، صفحہ ۳۰۴

[26] ۔ زاہدہ تنویر: تفسیر تنویر، ایزی قرآن وحدیث سوفٹ وئیر، ۲۵۔ مئی ۲۰۲۵ء

[27] سورۃ الحجر 15:22

[28] ۔ زاہدہ تنویر: تفسیر تنویر، تحت سورۃ الحجر آیت نمبر ۱۵، ایزی قرآن وحدیث سوفٹ وئیر، ۲۵۔ مئی ۲۰۲۵ء

[29] ۔ صوفی عبد الحمید سواتی: تفسیر معالم العرفان، ناشر: مکتبہ دروس القرآن گوجرانوالہ، دروس القرآن والیم ۱۳، صفحہ ۵۸۷

[30] . For reference please see!

Faegri, **K**., **& van der Pijl**, **L**. (**1979**). *The Principles of Pollination Ecology*. Pergamon Press. ; **Proctor**, **M**., **Yeo**, **P**., **& Lack**, **A**. (**1996**). *The Natural History of Pollination*. Timber Press.; **Niklas**, **K**. **J**. (**1985**). "The Aerodynamics of Wind Pollination." *Botanical Review*, 51(3), 328–386. **Raven**, **P**. **H**., **Evert**, **R**. **F**., **& Eichhorn**, **S**. **E**. (**2005**). *Biology of Plants* (7th ed.). W.H. Freeman.

[31] ۔ پیر کرم شاہ الازہری: تفسیر ضیاء القرآن، ناشر: ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور، سن طباعت ۱۴۰۰ ہجری، جلد ۳، صفحہ ۲۴۹

[32] ۔ سورۃ الرعد 4:13

[33] ۔ زراعت کے لیے زمین کی موزونیت کا انحصار کئی عوامل پر ہوتا ہے، اور ہر عامل زرعی کامیابی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ سب سے پہلے **مٹی کا معیار** نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ ایسی زرخیز مٹی جو نامیاتی مادّوں سے بھرپور ہو، مختلف فصلوں کی نشوونما میں مدد دیتی ہے کیونکہ یہ ضروری غذائی اجزاء فراہم کرتی ہے۔ اسی طرح **پانی کی دستیابی** بھی برابر اہم ہے؛ فصلوں کی کاشت کے لیے مسلسل پانی کی رسائی—خواہ بارش کے ذریعے ہو یا آبپاشی کے نظام کے ذریعے—لازمی ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ **زمین کی ساخت (ٹپوگرافی)** بھی زرعی موزونیت پر اثرانداز ہوتی ہے؛ ہموار یا ہلکی ڈھلوان زمینیں بہتر سمجھی جاتی ہیں کیونکہ ان پر کاشت کاری اور زرعی مشینری کا استعمال آسان ہوتا ہے۔

Factors for Prime Farming: Fertile Land Suitable for Farming Accessed on 25-5=25

[34] ۔ مفتی غلام الرحمان: تفسیر محاسن القرآن، تحت سورۃ الرعد، آیت نمبر ۴، ایزی قرآن وحدیث سوفٹ ویئر، ۲۵۔ مئی ۲۰۲۵ء

[35] ۔ سورۃ النحل 11:16

[36] ۔ مفتی محمد شفیع: تفسیر معارف القرآن، ناشر: مکتبہ معارف القراان کراچی، سن طباعت: ۲۰۰۸، جلد پنجم، صفحہ ۲۲۴

[37] ۔ محمد مدنی اشرفی جیلانی: تفسیر اشرفی، ناشر: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، سن اشاعت ۲۰۱۲، جلد ہفتم، صفحہ: ۳۰۷

[38] ۔ بھٹوی، عبد السلام: تفسیر القرآن الکریم، ناشر: دار الاندلس، طبع ا، جلد ۲، صفحہ ۳۶۱

[39] ۔ سورۃ الواقعۃ 65-63:56

[40] ۔ عبد الماجد دریابادی: تفسیر ماجدی، ناشر: مجلس نشریات قرآن، سن طباعت: ۲۰۱۴، جلد ہفتم، صفحہ ۱۲۳

[41] ۔ سورۃ الحجر 19:15

[42] ۔ بھٹوی، عبد السلام: تفسیر القرآن الکریم، ناشر: دار الاندلس، طبع ا، جلد ۲، صفحہ ۳۲۷

[43] ۔ کیلانی، عبد الرحمان: تفسیر تیسیر القرآن، دار السلام، طبع ۱۴۳۲ھ، جلد ۲، صفحہ نمبر؛ ۲۷۵

[44] ۔ کیلانی، عبد الرحمان: تفسیر تیسیر القرآن، دار السلام، طبع ۱۴۳۲ھ، جلد ۲ صفحہ نمبر؛ ۶۱

[45] . Combs, 2005

[46] ۔ کیلانی، عبد الرحمان: تفسیر تیسیر القرآن، دار السلام، طبع ۱۴۳۲ھ، جلد ۲ صفحہ نمبر؛ ۶۲

[47] ۔ سورۃ البقرہ 267:2

[48] ۔ سورۃ عبس 32-24:80

[49] ۔ کیلانی، عبد الرحمان: تفسیر تیسیر القرآن، دار السلام، طبع ۱۴۳۲ھ، جلد ۴، صفحہ نمبر؛ ۵۹۹

[50] ۔ سورۃ النحل 7-5:16